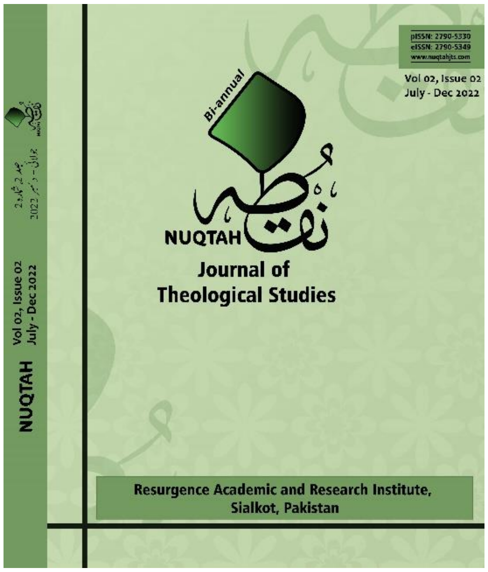

NUQTAH Journal of Theological Studies

Editor: Dr. Shumaila Majeed
(Bi-Annual)
Languages: Urdu, Arabic and English
pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349
https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published By:
Resurgence Academic and Research Institute, Sialkot (51310), Pakistan.
Email: editor@nuqtahjts.com

مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے معاشی نظریات کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of the Economic Theories of “Manazer Ahsan Gilani & Hifz-ur-Rehman Sewaharvi”

ڈاکٹر فضل الرحمن

Published online: 30th December 2022

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے معاشی نظریات کا تقابلی جائزہ

A Comparative Study of the Economic Theories of "Manazer Ahsan Gilani & Hifz-ur-Rehman Sewaharvi"

ABSTRACT

Economics has been the main subject of interest of man since the beginning of times. The scarcity of resources and huge demands of man has given much significance to economics in human lives. Before the advent of Islam, the powerful section of society exploited the weaker section to fulfill the demands of former. Islam gave a new life to society by its golden principles of equality in livelihood, circulation of wealth and economic gradation in society. The guiding principles of Islam are a source of national progress and economic development. This article shows insights of Islamic economic system with special focus on comparative study of the theories of Manazer Ahsan Gilani and Hifz-ur-Rehman Sewaharvi. Also attempts are made to improve economic governance in light of teachings of Islam and comparative analysis of the findings of these scholars.

Keywords: Economics systems, Ownership, Earth, Capitalism etc.

تعارف سید مناظر احسن گیلانی:

ولادت: علامہ سید مناظر احسن گیلانی یکم اکتوبر 1892ء کو استھانواں ضلع نالندہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ دادھیال "گیلانی" میں گزرا، جہاں آج ان کا قبر ہے[1]۔

تعلیم وتربیت: آپؒ نے ناظرہ قرآن کریم، اردو، فارسی، صرف ونحو اور بنیادی تعلیم اپنے گاؤں گیلانی میں مکمل کی۔ 1906ء سے 1913ء تک مدرسہ خلیلیہ ٹونک (راجستھان) میں زیر تعلیم رہے۔ 1913ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور (شیخ الہند) مولانا محمود الحسن، علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی اور (شیخ الاسلام) مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ سے استفادہ کیا[2]۔

علمی خدمات: دار العلوم دیوبند کے ماہناموں "القاسم" اور "الرشید" کی ادارت کی۔ 1919ء کو عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد) کے شعبہ دینیات میں استاد مقرر ہوئے اور 1949ء کو یہاں سے ریٹائر ہوئے[3]۔

خصوصیات: مولانا مرحوم بہت خصوصیات وکمالات کے مالک تھے۔ انہوں نے نئے اصطلاحات، انوکھے اور عجیب قسم کے طرز وانداز سے اردو ادب کو روشناس کیا[4]۔

رحلت: یونیورسٹی سے ریٹائرمنٹ کے بعد 1956ء کو آپؒ کا انتقال ہوا[5]۔

تالیفات: تالیفات میں "ہزار سال پہلے، احاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن، اسلامی معاشیات، تدوین حدیث، تدوین قرآن اور النبی الخاتم بہت مشہور ہیں[6]۔

تعارف مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی:

ولادت: مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ 1901ء کو ضلع بجنور کے قصبہ "سیوہارہ" کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے[7]۔

تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد میں حاصل کی، بعد میں سیوہارہ کے مدرسہ فیض عام سے، اور پھر 1342ھ میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی[8]۔

اساتذہ کرام: آپؒ کے اساتذہ میں سید انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی، سید محمد میاں، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا سید الغفور صاحب سیوہاروی، الحاج حافظ مولانا احمد چشتی اور مولانا سید آفتاب علی شامل ہیں[9]۔

درس وتدریس: دار العلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس وتدریس دیتے رہے، تدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری رکھا[10]۔

سیاسی زندگی: آپؒ جمعیۃ علمائے ہند، تحریک خلافت اور کانگریس کے پلیٹ فارم سے سرگرم عمل رہے۔ 1942ء کو جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور پارلیمنٹ کے انتخابات میں تاحیات کامیاب ہوتے رہے[11]۔

علالت اور رحلت: غیر معمولی مصروفیات کی بناپر آپ کو کینسر کا مرض لاحق ہوا، اور 12 اگست 1962ء کو آپؒ اس دار فانی سے رخصت ہوگئے اور دہلی کے مشہور قبرستان شاہ ولی اللہؒ میں دفنائے گئے[12]۔

تصانیف: آپؒ نے دہلی میں ادارہ ندوۃ المصنفین قائم کیا، جہاں آپؒ نے اسلام کا اقتصادی نظام، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، قصص القرآن، حفظ الرحمن لمذہب ابی حنیفۃ النعمان اور البلاغ المبین جیسی کتابیں تصنیف کیں[13]۔

معاشیات کا تعارف:

معاشیات یا اقتصادیات وہ علم ہے جس میں وسائل و پیداوار کی تقسیم اور ان کی طلب و رسد کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ عربی اور فارسی میں موجود اصطلاح اقتصادیات کو اردو میں معاشیات کے لفظ کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مغرب کے ماہرین معاشیات آدم سمتھ کو معیشت کا بانی اور اس کی کتاب "دولت اقوام" (The Wealth of National، مطبوعہ ۱۷۷۶ء) کو معاشیات کی سب سے پہلی کتاب سمجھتے ہیں۔ مسلمان مفکرین بالخصوص محمد بن حسن طوسی (1274ء) اور ابن خلدون (1332ء تا 1406ء) کے ہاں بہت پہلے "تدبیر منزل" "المعاش" اور "سیاست مدن" کے اصطلاحات کے نیچے معاشیات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

معیشت کا لغوی معنی:

معاش عربی زبان میں مادہ "عاش" سے نکلا ہے جس کا معنی ہے "زندہ رہنا"، بعض علماء اس کا مادہ "عیش" بتاتے ہیں، جس کا معنی خوراک، رزق اور گزر بسر کا ہے۔

علامہ ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں:

'العیش الحیاۃ عاش یعیش عیشاوعیشۃ ومعاشاً، والمعیشۃُ ما یعاش به'[14]

العیش کا معنی ہے زندگی اور یہ عاشَ یَعِیش عَیْشاً وعِیشَۃً سے ماخوذ ہے۔ معیشت سے مراد زندگی بسر کرنے کے ذرائع ہیں۔

آپ مزید لکھتے ہیں:

"العیش الحیاۃُ، والمعیشۃ الّتي یعیش بھاالإنسان من المطعم والمشرب"[15]

''العیش زندگی کو کہاجاتا ہے اور معیشت سے مراد کھانے پینے کے وہ ذرائع ہیں جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے اور جن سے زندگی بسر کی جاتی ہے۔''

معیشت کا اصطلاحی معنی:

علامہ ابن خلدون (م808ھ) کی تعریف:

''ان المعاش عبارة عن ابتغاء الرزق و تحصیله ''

''معاشیات رزق تلاش کرنے اور حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کا نام ہے''[16]۔

امام ابو حامد الغزالیؒ (م505ھ) معاشیات کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بغیر کھائے پیے دنیامیں رہناناممکن ہے اور یہاں رہناضروری اور لازمی ہے لہذا کمانے کے ٹھیک طریقوں کی پہچان ضروری ہے''[17]۔

آدم سمتھ کے مطابق:

''معاشیات دولت حاصل کرنے اور اسے خرچ کرنے کے اصول کا علم ہے''[18]۔

پروفیسر رابنز کی تعریف:

''معاشیات انسان کے اس طرز عمل کامطالعہ کرتی ہے جو خواہشات کے بے شمار ہونے اور ذرائع کے محدود ہونے کی بناپر اختیار کیاجاتاہے جبکہ یہ ذرائع متبادل مقاصد کے لیے استعمال ہوسکتے ہیں[19]۔

معاشیات کے لیے اقتصادیات اور اکنامکس کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

اقتصادکا معنی ومفہوم:

الاقتصاد، قصد سے نکلاہے، جو کسی معاملے میں اعتدال ومیانہ روی اختیار کرنے کے معنی میں استعمال ہوتاہے۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

''القصد استقامة الطريق،يقال،قصدت قصده اي نحوت نحوه ومنه الاقتصاد''[20]

قصدراستے کاسیدھاہوناہے، کہاجاتاہے قصدت قصده یعنی میں نے اس کاقصد کیااور سیدھااس کی طرف گیااوراس سے اقتصاد بھی ہے۔

زین الدین رازی حنفی لکھتے ہیں:

" القصدبين الإسراف والتقتير"(21)

قصد اسراف اور بخل کے درمیان راہ اعتدال کو کہا جاتا ہے۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: ''**القصد في المعيشة أن لا يسرف ولا يقتر**''(22)

معیشت میں قصد سے مراد اسراف اور بخل نہ کرنے کے ہیں۔

موجودہ دور میں لفظ اقتصاد روزی کمانے اور مالی امور کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

موجودہ وقت میں رائج اقتصادی نظاموں کا مختصر جائزہ:

ایک مضبوط اور مستحکم معاشی نظام ملک کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ جن ممالک کی معیشت اچھے درجے کی ہوتی ہے وہ ممالک دنیا میں خوشحال زندگی گزارتے ہیں، لیکن جن ممالک کی معیشت اچھی نہ ہو وہ دنیا میں بدحالی، بھوک، چوری، خیانت، لوٹ مار اور فاقہ کشی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ موجودہ وقت میں جو اقتصادی نظام رائج ہیں، ان میں سرمایہ داریت، اشتراکیت اور اسلامی معاشی نظام معروف ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام معیشت:[CAPITALISM]

انفرادپسندی کے اصول پر قائم اس نظام کو عدم مداخلت کا نظام یا آزادانہ معاشی نظام بھی کہا جاتا ہے۔ اس نظام میں حکومت عوام کی معاشی سرگرمیوں میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتی، اور تمام وسائل افراد کی ملکیت میں ہوتے ہیں، اور ان کو اپنی مرضی سے جیسا چاہتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔ اس نظام کی بنیاد ایڈم سمتھ نے 1790ء میں رکھی، مالتھس اور کینز نے اس کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے، یہ نظام آج کل امریکہ، انگلستان، مغربی جرمنی اور جاپان وغیرہ میں قائم ہے(23)۔

اس نظام کے اصول:

۱۔ ملکیت کی آزادی: اس نظام میں ہر فرد کو چیزوں پر بغیر کسی پابندی کے کامل ملکیت حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ ذرائع پیداوار رکھنے کی آزادی: اس نظام میں آدمی کو اشیائے ضرورت کے علاوہ ذرائع پیداوار رکھنے کا بھی حق ہوتا ہے۔ وہ اپنے منافع کو دیکھ کر اسے جیسا استعمال کرنا چاہتے ہے ویسا ہی کر سکتا ہے۔

۳۔ جدوجہد کا حق: اس نظام کے تحت ہر بندے کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی آمدنی بڑھانے کے لیے جس قسم کا جدوجہد بھی کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

۴۔ مداخلت سے آزاد معیشیت: آزاد معیشت کا مطلب یہ ہے کہ اس پر حکومت کی جانب سے کوئی قدغن نہیں ہوتی بلکہ سرمایہ دار جس طرح چاہے اپنے سرمایہ کے بل بوتے پر کاروبار چلا سکتا ہے اور جتنا نفع حاصل کرنا چاہتا ہو حاصل کر سکتا ہے[24]۔

اس نظام کی خامیاں:

سرمایہ دارانہ نظام میں جو بھی بندہ محنت کرتا ہے زیادہ نفع کمانے کے چکروں میں ہوتا ہے وہ ہر کام اپنے ذاتی اغراض ومفادات کے لیے کرتا ہے۔ چاہے دوسروں کا ان کے عمل سے کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔ کم مزدورں سے زیادہ کام لینے کی وجہ سے بے روزگاری اوراجرت میں کمی جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں، ذخیرہ اندوزی اور مصنوعی قلت کا رجحان بڑھ جاتا ہے، ہر بندہ اخلاقی ذمہ داریوں سے آزاد ہوتا ہے اور سود جیسی غیر فطری چیزیں معاشرے میں عام ہو جاتی ہیں[25]۔

اشتراکی نظام معیشت:[SOSIALISM]

حقیقت میں اشتراکی نظام سرمایہ دارانہ نظام کے متبادل کے طور پر لایا گیا ہے، اس معاشی نظام میں پیداوار حکومت کی ملکیت ہوتی ہے اور ان سے استفادہ کا کام ایک مرکزی ادارے کے سپرد ہوتا ہے، جس کی راہنمائی کے مطابق اشیاء پیدا کی جاتی ہے۔ اس نظام میں ریاست کے تمام شہری ایک جیسے تصور کیے جاتے ہیں، تمام چیزیں کھانے پینے اور دوسری ضروریات زندگی حکومت مہیا کرتی ہے اور اس کے بدلے لوگ حکومت کے لیے کام کرتے ہیں، اس نظام کا بانی کارل مارکس ہے[26]۔

بنیادی اصول:

۱۔ اجتماعی ملکیت: اشتراکیت کے بنیادی اصولوں میں سے اجتماعی ملکیت کا تصور ہے، مطلب یہ کہ وسائل اور پیداوار کسی بھی شخص کی ذاتی ملکیت میں شمار نہیں بلکہ ایک اجتماعی چیز ہے جس پر پورے معاشرے کا حق ہے۔

۲۔ منصوبہ بندی: اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی معاشی فیصلے کرنے کے لیے حکومت منصوبہ بندی کی جاتی ہے، اور ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے وسائل خرچ کرکے اشیاء پیدا کی جاتی ہے۔

۳۔ اجتماعی مفاد: اس نظام میں اپنی ذاتی مفادات کی بجائے سماجی اور اجتماعی مفادات کو ترجیح دی جاتی ہے، اور جو چیزیں سماج کے مفاد میں ہوتے ہیں، اسی میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔

اس نظام معیشت کی خامیاں:

اس نظام کے تحت تمام مذہبی اور اخلاقی قوانین کا انکار کیا جاتا ہے، اگر اجتماعی فائدے کے لیے مذہب اور قانون کا نقصان ہوتا ہے تو اشتراکیت اس کو برا نہیں سمجھتی۔ انفرادی نفع کا انکار اور اجتماعی ذہن کی تعمیر، حقوق ملکیت کا فقدان، اخلاقی اقدار کا انکار، آمریت یا ڈیکٹیٹر شپ وغیرہ جیسے خرابیاں اس نظام میں موجود ہیں۔

اسلام کا عادلانہ معاشی نظام:

مولانا سیوہارویؒ نے اسلام کے عادلانہ نظام معیشت کو صالح معاشی نظام سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں۔

"الحاصل اسلامی معاشی نظام ایسا بہترین نظام ہے جو اپنے اندر علم المعیشت کے قدیم وجدید نظامہائے مذہبی و عقلی کے تمام محاسن سموئے ہوئے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ خوبیوں کا مالک ہے اور ان کے معائب و نقائص سے یکسر خالی بلکہ ان کے مسموم اثرات کا بے نظیر تریاق ہے اور ان تمام محاسن کے علاوہ اس کو یہ برتری حاصل ہے کہ وہ انسانوں کے دماغ کی اختراع نہیں ہے کہ جس کی بنیاد انتقام یا طبقاتی منافرت جیسی خام کاریوں پر رکھی گئی ہو، بلکہ وہ نظام کائنات کے خالق کا بتایا ہوا نظام ہے"(27)۔

اسلام نظام معیشت کی بنیادی خصوصیات:

اس نظام کا بنیاد اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں پر ہے، یہ ایک معتدل اور متوازن نظام ہے، یہ تعاون باہمی پر مبنی تجارتی اصول کا حامل ہے، سود اور سرمایہ پرستی کا خاتمہ کرنے والا ہے، معاوضوں کے تعین کا عادلانہ نظام ہے۔

مختصر تقابلی جائزہ:

اسلامی نظام معیشت ایک متوازن اور معتدل اقتصادی نظام ہے، جو کہ معاشرے کے ہر فرد اور ہر شعبے کی راہنمائی کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت افراط و تفریط پر مبنی نظام ہیں، ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام آزادی کے نام پر ہر فرد کو 'مطلق العنان' چھوڑ دیتا ہے تو دوسری طرف اشتراکی نظام انسان کی آزادی جو کہ اس کا بنیادی حق ہے، بھی چھین لیتا ہے۔ اسلام نہ تو ایک شخص کو مکمل طور پر آزاد چھوڑ دیتا ہے اور نہ اسے ہر طرف سے پابند بنا دیتا ہے، بلکہ ایک طرف شخص کو ملکیت کا حق دیتا ہے اور دوسری طرف اس پر بعض شرعی اور اخلاقی پابندیاں بھی لگاتا ہے تاکہ معاشی اور معاشرتی نظام ہر قسم کے شر و فساد سے بچ جائے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت پر مخصوص طبقے کا قبضہ ہوتا ہے جو عوام کی معاشی تباہی اور کساد بازاری کا سبب بنتا ہے، اس میں ذاتی مفادات کے لیے اکتناز اور احتکار کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام کسی بھی ایسے عمل کی اجازت نہیں دیتا جس سے افراد معاشرہ کو نقصان پہنچے۔ اشتراکیت میں ایک انسان کی آزادی اور اختیار ہی چھین لیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں متعدد معاشی و معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

اسلام میں اشیاء کی معاشی تقسیم:

عام طور پر اشیاء کو معاشی اعتبار سے درجہ ذیل اقسام کی طرف تقسیم کی جاتی ہے۔ اشتراکی سرمایہ، انفرادی سرمایہ۔

ا۔ اشتراکی سرمایہ:

اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جس پر تمام انسانوں کا یکساں حق ہے اور کسی ایک فرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان چیزوں پر اپنا انفرادی ملکیت ثابت کر کے اسے اپنی تحویل میں کرلیں، اور دوسروں کو اس سے فائدہ اٹھانے سے منع کریں۔ اشتراکی سرمایہ کے تحت سمندر دریا کے پانی، آفتاب، ماہتاب اور ہوا وغیرہ آتے ہیں۔ ان چیزوں سے ہر کوئی فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور یہ کسی کی ملکیت نہیں بن سکتیں۔

مُناظر احسن گیلانی کی رائے:

اشتراکی سرمایہ کے بارے میں مولانا مُناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ:

''لیکن علاوہ ان چیزوں کے اور بھی چند امور ہیں جن پر خواہ کسی کا قبضہ ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن عام مفاد کے لئے اسلام نے یہ قرار دیا ہے کہ انفرادی طور پر قانوناً کوئی ان کا مالک نہیں ہو سکتا، بلکہ انہیں عام پبلک پر اپرٹی قرار دینا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں عموماً کتابوں میں اگرچہ تین ہی چیزوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

یعنی مشہور حدیث ہے: الناس شرکاء فی الماء والکلاء والنار۔

تین چیزوں میں لوگ ایک دوسرے کے شریک ہیں یعنی الماء (پانی) الکلاء (گھاس) اور النار (آگ) میں۔ اسی حدیث کی بناء پر پانی، گھاس، اور آگ میں ''الناس'' یعنی عام پبلک شریک سمجھی جاتی ہے[28]۔

حفظ الرحمن سیوہارویؒ کی رائے:

اشتراکی سرمایہ کے بارے میں مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ لکھتے ہیں ''مفاد عامہ کی اشیاء کسی کی ملکیت نہیں بن سکتیں''[29]۔

۲۔ انفرادی سرمایہ:

اسلام نے افراد کے مالک بننے کے حق کو تسلیم کیا ہے، اور اپنے ماننے والوں کو ملکیت میں ایسی چیزیں رکھنے کی اجازت دی ہے، جس پر کسی دوسرے کا کوئی حق نہیں ہو، انہی انفرادی چیزوں میں ایک ملکیت زمین بھی ہے۔

زمین اور اسکی ملکیت:

بنیادی طور پر زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

''**وَلِلهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ**''[30]

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''**هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا**''[31]

''وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے پیدا کیے ہیں وہ سب کچھ جو زمین میں موجود ہیں''۔

معلوم ہوا کہ تمام اشیاء کی پیدائش کا مقصد بنی نوع انسان کو معاشی سہولیات فراہم کرنا ہے اور کوئی چیز بھی فی حد ذاتہ کسی کی ملکیت خاص نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَ أَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ"[32]

"اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن میں اس نے تمہیں نمائندہ بنایا ہے"۔

معلوم ہوا کہ درحقیقت زمین اور اس میں موجود مال و متاع، کانیں اور معدنیات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور انسان کی حیثیت اسمیں ایک نمائندہ اور وکیل کی سی ہے، لیکن یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اسلام نے شخصی ملکیت کو منع نہیں کیا بلکہ اجتماعی مفادات کے پیش نظر ایسے قواعد اور ضوابط وضع کئے جو انفرادی ملکیت میں اعتدال بھی قائم رہے اور اجتماعی مفاد کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ انفرادی ملکیت ثابت کرنے اور زمین کی ملکیت حاصل کرنے کے طریقے درجہ ذیل ہیں۔

اراضی موات:

زراعت کو ترقی دینے والے ذرائع میں سے ایک "احیاء اموات" یعنی بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانا بھی ہے۔ ایسی زمین جو غیر آباد یا لاوارث پڑا ہو، اسے سخت محنت کرکے زراعت کے قابل بنایا جائے اور حتی الامکان اسے بنجر اور بے فائدہ نہ چھوڑا جائے۔

احیاء موات کا معنی و مفہوم:

علامہ زبیدیؒ کی تعریف:

" وأرض موات: لا مالك لها من الآدميين، ولا ينتفع بها، وزاد النووي: ولا ماء بها، كما يقال: أرض ميتة"[33]۔

اور مردہ زمین وہ ہے، جس کا کوئی مالک نہ ہو، اور نہ اس کا کوئی فائدہ اٹھایا جاتا ہو۔ نووی نے مزید کہا کہ اس میں پانی نہ ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے 'مردہ زمین'۔

اراضی موات کا حکم:

ایسی زمین کی آباد کاری کے بارے میں شریعتِ اسلامی کا موقف یہ ہے کہ:

"من أحيا أرضا ميتة فهي له"[34]

جس نے مردہ پڑی ہوئی زمین آباد کی تو وہ اسی کی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"من أحيا أرضا ميتة فهي له"ويروى عن عمرو بن عوف عن النبيﷺ قال:"في غير حق مسلم،وليس لعرق ظالم فيه حق"[35]

"جس نے بنجر اور غیر آباد زمین کو آباد کیا وہ اسی کا ہے"۔ عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ بشرطیکہ وہ پہلے سے کسی مسلمان کی ملکیت نہ ہو اور اس میں ظالم کے پسینہ بہانے کا کوئی حق نہیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ لکھتے ہیں:

"زراعت کو ترقی دینے کے لیے جو زرائع اختیار کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک "احیاء موات"یعنی بنجر زمینوں کو کاشت کے قابل بنانا ، گویا ناقابل کاشت زمین مردہ زمین ہے اور اس کو قابل کاشت بنانا اس کو زندگی بخشنے کے مترادف ہے"[36]۔

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

"خشک چٹیل میدان، ریتلی زمینیں اور خشک ٹیلے عام طور پر ناقابل زراعت ہوتے ہیں مگر سخت محنت اور بعض زراعتی تدابیر کے ذریعہ اس میں سے اکثر حصہ کو قابل کاشت بنایا جاسکتا ہے"[37]۔

بنجر زمینوں کی آبادکاری کیلئے حکومت سے اجازت لیناضروری نہیں:

محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں:

"جو شخص مردہ زمین کو حاکم کی اجازت سے قابل زراعت بنالے تو امام صاحب کے نزدیک وہ اسکا مالک ہو جاوے گا، صاحبین کے نزدیک حاکم کی اجازت کے بغیر ہی مالک ہو جاتا ہے، ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی قول ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حدیث "من أحيا أرضاً ميتةً فهي له"عام ہے اور اس میں اذن اور عدم اذن کی کوئی قید نہیں۔

اور امام صاحب کی دلیل حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"ليس للمرء الا ما طابت به نفس امامه"[38]

"کسی شخص کے لیے کوئی چیز جائز نہیں مگر امام کی اجازت سے"۔

اس حدیث پر محدثین نے بحث کی ہے، ایک تو یہ حدیث منقطع ہے اور اس میں مکحول نے مجہول راوی سے نقل کی ہے، اس میں بقیۃ بن الولید راوی مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے، اس بناء پر روایت حجت کے لائق نہیں[39] ۔

ایسی زمینوں کو آباد کرنے کے بارے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، صاحبین، شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاق کی رائے یہ ہے کہ اس میں حاکم وقت کی اجازت ضروری نہیں۔

مناظر احسن گیلانی کی رائے:

مولانا گیلانیؒ کی رائے یہی ہے کہ ہر کوئی غیر آباد زمین آباد کر سکتا ہے اور اس میں حکومت سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے بلکہ حکومت آباد کرنے کے کام میں دخل اندازی بھی نہیں کر سکتی۔ فرماتے ہیں کہ:

"موات اراضی کو جو آباد کرے گا اس کی وہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ غیر آباد زمینوں اور علاقوں (اراضی موات) سے جتنا حصہ بغیر کسی معاوضہ اور رائلٹی کے چاہے احیاء کر کے اسے اپنی ملک اور جاگیر بنالے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اس کے لیے حکومت سے اجازت ضروری سمجھتے ہیں"(40)۔

مزید لکھتے ہیں کہ:

"عام فقہاء اسلام حکومت کی اجازت کو غیر ضروری سمجھتے ہیں حتیٰ کہ امام صاحب کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسفؒ نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے مذکورہ بالا نبوی وثیقہ کی بناء پر لکھا ہے کہ " **أن إذن رسول الله صلى الله عليه وسلم جائز إلى يوم القيامة** "رسول اللہ ﷺ کی اجازت قیام قیامت تک نافذ رہے گی۔ یعنی جب آنحضرت ﷺ کا فرمان "**فهي له**" (وہ آباد کرنے والے ہی ملک ہے) موجود ہے تو اس میں اب کسی دوسرے شخص سے پوچھنے اور اجازت حاصل کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں"(41)۔

سید مناظر احسن گیلانیؒ نے اس سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کو نقل کرتے ہوئے بعض توجیہات کی ہیں، لیکن ان پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے تسلیم نہیں کیا۔ البتہ یہ ضرور کہا ہے کہ حکومت وقت کو زمین آباد کرنے والے لوگوں کی نگرانی کرنی چاہیے، تاکہ اس سے مفاد عامہ کو ضرر نہ پہنچے۔ علامہ گیلانیؒ کے خیال میں موات اراضی کو آباد کرنا صرف مسلمانوں کا حق نہیں بلکہ ملک کے ہر باشندے کو یہ حق ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا ذمی کہ وہ اپنے زمین آباد کر کے اسے اپنا جاگیر بنالے۔ لکھتے ہیں:

"موات کی اراضی کو احیاء کے ذریعہ سے اپنی مملوکہ جاگیر بنالینے کا اختیار صرف مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ اسلامی حکومت کی رعایا کے ہر فرد کو ہے۔ مسلم ہو یا غیر مسلم اور یہ میرا صرف قیاسی نتیجہ نہیں ہے بلکہ فقہ کی کتابوں میں ہمیشہ اس کی تصریح کر دی جاتی ہے"(42)۔

حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی رائے:

سیوہارویؒ کے اقوال کو دیکھا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حاکم وقت کی اجازت کے قائل ہیں اس لیے آپ نے جگہ جگہ اس کی بات کی ہے۔

خلاصہ:

مردہ اور بے آباد زمین کی آباد کاری بہت اہم مسئلہ ہے اس سے ملکی معیشت بہتر بنانے میں بہت مدد ملتی ہے، لیکن زمین کی آباد کاری کے لیے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں اس میں فقہاء کا تھوڑا اختلاف رہا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایسی زمینوں کی آباد کاری کے لیے حکومت وقت سے اجازت ضروری ہے، اور دوسرے فقہاء اجازت کو ضروری نہیں سمجھتے۔

اگر ہم اس وقت کے حکومتوں اور ان کے انتظامات کو مد نظر رکھتے ہوئے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول اس دور میں زیادہ قرین قیاس ہے، اس لیے کہ حکومتوں نے تمام زمین اپنے کنٹرول میں کر لیے ہیں اور وہ ان کے بندوبست سے غافل نہیں ہیں لہذا حکومت وقت کی اجازت ہی سے زمینوں کو آباد کرنا چاہیے۔

اراضی اقطاع یا جاگیر کی ملکیت کا طریقہ:

حکومت وقت سرکاری اراضی میں سے کچھ حصہ بعض لوگوں کو دیتا ہے، ایسی زمینوں کو جاگیر یا اقطاع کہا جاتا ہے۔

مناظر احسن گیلانی کی رائے:

مناظر احسن گیلانی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

'' ایک کو اقطاع کہتے ہیں، یعنی حکومت اس علاقہ کو کسی شخص کے ساتھ بندوبست کر دے اور یہ امام کے صوابدید پر ہے کہ جس کو چاہے جتنی زمین کا اقطاع کر دے ''(43)۔

پھر امام ابو یوسفؒ کے ''کتاب الخراج'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آنحضور نے بلال بن حارث مزنی کو دریا سے پہاڑ تک جاگیر میں دے دیا تھا''۔

آپ اس سلسلہ میں ابو عبیدہ کی ''کتاب الاموال'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''انہوں نے اس قسم کے قطائع (جاگیرات) جو بارگاہ رسالت اور سریر خلافت سے مختلف لوگوں کو عطا ہوتے رہے ہیں، ذکر کیا ہے میں نے خاص کر بلال بن حارث کی جاگیر کا ذکر قصداً اس لیے کیا تا کہ معلوم ہو کہ بڑے سے بڑا علاقہ بھی حکومت اپنے صوابدید سے جاگیر میں عطا کر سکتی ہے، لیکن حکومت کے صرف اقطاع سے اس علاقہ کا وہ شخص مالک نہیں ہو جاتا ہے، جب تک کہ احیاء کر کے اس پر قبضہ نہ کر لے (44)۔

مولانا نے اقطاع کی ملکیت کے لیے ''احیا'' کو شرط قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ اس زمین کا '' احیا'' نہ کر سکے تو پھر جس کو جاگیر دی چکی ہے وہ اس سے واپس لیا بھی جا سکتا ہے۔ آپ نے دلیل میں علامہ مقدسیؒ کا قول ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''اگر صرف اقطاع سے بلال مالک ہو جاتے تو حضرت عمرؓ کو اس کی واپسی جائز نہ ہو سکتی تھی ''(45)۔

مزید لکھتے ہے کہ اس زمیں پر عشر یا خراج بھی لگایا جاسکتا ہے[46]۔

حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی رائے:

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ لکھتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ کہ جو زمین ناکارہ پڑی ہو اور اس کی خرابی قدیم اور عادی ہو (تو یہ سب موات ہیں) پس اگر کسی مسلمان یا ذمی (کافر) نے خلیفہ کی اجازت سے اس کو زندہ (قابل کاشت) کرلیا تو وہ زمین اسی کی ملکیت ہو جائے گی[47]۔

مزید لکھتے ہیں:

"اگر امام یہ سمجھ کر کہ زمین بہت زیادہ محنت اور خرچ کے بعد قابل کاشت ہو سکتی ہے اور دو سال کا لگان بھی معاف کر دے تو ایسا کرنے کا مجاز ہے"[48]۔

خلاصہ:

حکومتی زمینوں میں سے اگر کچھ حصہ کسی کو آباد کرنے کے لیے دے دے، تو وہ زمین حکومت وقت کی اجازت سے اس کی بن جاتی ہے، ہاں اگر وہ زمین اتنی زیادہ ہو کہ وہ بندہ اس کا بندوبست نہیں کر سکتا تو پھر حکومت اس سے وہ زمین واپس لے کر کام میں لا سکتی ہے۔ اس کے بارے میں مولانا گیلانی اور سیوہاروی دونوں کی رائے ایک جیسی ہے۔ البتہ سیوہاروی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر زمین آسانی سے قابل کاشت نہ بن سکتی ہو تو حکومت اس کے ساتھ تعاون کرے، اور ان سے لگان وغیرہ بھی نہ لے۔

مزارعت:

اسلام نے غربت وافلاس ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، مزارعت اور مساقات سرمایہ داری کے وہ ذرائع ہیں، جن سے معاشرے کی پیداواری صلاحیتیں بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے زراعت ہر دور میں ملک کا اہم شعبہ رہا ہے۔

مزارعت کی تعریف:

سید سابق مصریؒ لکھتے ہیں: "**المزارعة، المعاملة على الارض ببعض مايخرج منها**"[49]

مزارعت وہ معاملہ یا معاہدہ ہے جو زمین کی پیداوار کے کچھ حصہ پر زراعت کے لیے دیا جاتا ہے۔

"اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی اپنی زمین کسی کو اس شرط پر دے کہ وہ اسے کاشت کرے گا اور پیداوار پہلے سے طے شدہ شرائط کے مطابق تقسیم کرلیں گے"۔

مزارعت کے مشروعیت اور عدم مشروعیت کے بارے میں فقہاء کی آراء:

چونکہ مزارعت کے بارے میں مختلف احادیث نبوی ﷺ منقول ہیں اس لیے اس کے جواز وعدم جواز کے بارے میں فقہاء کی دو آراء ہیں:

(ا) قائلین مشروعیت مزارعت:

امام ابو یوسف، محمد بن حسن، عام موالک، شوافع اور حنابلہ جواز مزارعت کے قائل ہیں، احناف کا فتوی بھی جواز مزارعت کا ہے(50)۔

مولانامناظر احسن گیلانی اور حفظ الرحمن سیوہاروی کی رائے:

مولانامناظر احسن گیلانی اور حفظ الرحمن سیوہاروی جواز مزارعت کے قائل ہیں۔ دونوں نے ان احادیث کو ذکر کیا ہے جس سے مزارعت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت نقل کی ہے:

"ما بالمدينة أهل بيت هجرة إلا يزرعون على الثلث والربع، وزارع علي رضي الله عنه،وسعد بن مالك وعبد الله بن مسعودوعمربن عبدالعزيزوالقاسم وعروة وآل أبي بكروآل عمروآل علي و ابن سيرين"(51)

مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسانہ تھا جس میں رہنے والے تہائی یا چوتھائی حصے پر زراعت نہ کرتا ہو، اور سیدنا علی، سعد بن مالک، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، عمر بن عبد العزیز، قاسم، عروہ، آل ابی بکر، آل عمر، آل علی اور ابن سیرین کے اہل وعیال بھی مزارعت کرتے تھے۔

" قال عبد الرحمن بن الأسود كنت أشارك عبد الرحمن بن يزيد في الزرع ،وعامل عمر الناس على إن جاء عمر بالبذرمن عنده فله الشطروإن جاؤوا بالبذرفلهم "(52)

عبد الرحمٰن بن اسود کہتے ہیں کہ میں عبد الرحمٰن بن یزید کے ساتھ مل کر کاشتکاری کرتا تھا، اور عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس شرط پر مزارعت کرائی کہ اگر عمر بیج دیں تو پیداوار میں آدھا لیں گے اور اگر کاشتکار بیج اپنا استعمال کریں تو وہ اتنا لیں گے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"أن رسول الله ﷺ عامل أهل خيبر بشطر مايخرج منها من زرع أو ثمر "(53)

"رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمینیں فصل اور پھلوں کے نصف پیداوار پر مزارعت کیلئے دیئے۔

جواز مزارعت کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فعل ہے، اور اس طرح کا معاملہ سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے وقت تک رہا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" قالت الأنصار للنبي صلى الله عليه و سلم اقسم بيننا وبين إخو اننا النخيل قال (لا) . فقالوا تكفوننا المؤونة ونشرككم في الثمرة قالوا سمعنا وأطعنا "(54)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ آپ لوگ درختوں میں محنت کرو۔ ہم تم میوے میں شریک رہیں گے۔ انہوں نے کہا اچھا ہم نے سنا اور قبول کیا۔

معاہدہ انصار اور مہاجرین رضی اللہ عنہم کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ہوا تھا، اس لیے اگر یہ ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسی مجلس میں اس پر انکار کر لیتے۔ بلکہ اس کے بعد جب اسلام غالب آگیا اور خیبر فتح ہوا تو خیبر کی زمینیں اور باغات یہود کو مزارعت کیلئے دیئے گئے۔

(۲) قائلین غیر مشروعیت مزارعت:

فقہاء میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اس کے شاگرد امام زُفر کے رائے میں مزارعت کا معاملہ فاسد اور باطل ہے۔ امام زُفر کا مستدل یہ حدیث ہے:

" أنه عليه الصلاة والسلام نهى عن المخابرة وهي المزارعة "[55]۔

امام زُفر عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"أن رسول الله ﷺ نهى عن المخابرة والمحاقلة والمزابنة"[56]

رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایاہے۔

اس کے علاوہ رافع بن خدیج، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ سے "المخابرة، المزارعة، المساقاة اور كراء الأرض وغیرہ" کے عدم جواز کے روایات نقل ہیں۔

اسی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے:

" أن النبي ﷺ قال من كانت له أرض فليزرعها ، أو ليزرعها أخاه ، ولا يكرها "[57]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس زمین ہو تو اسے خود کاشت کرنا چاہیے، اور یا اپنے کسی بھائی کو اسے کاشت پر دے دے، اور انہیں کر بٹائی پر نہ دے۔

مُناظر احسن گیلانی کی رائے:

مولانا گیلانیؒ نے مزارعت کے معاملات کے درجہ ذیل طریقوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔

اول: زمین میں کچھ بھی پیدا ہو مگر زمیندار کو بہر حال بیس من فی بیگہ مثلاً کاشت کار ادا کرے گا، اسی کو مزارعت بجز معلوم کہتے ہے۔

دوم: زمین کے اچھے قطعات کی پیداوار زمیندار کو ملے گی اور معمولی خراب پیداوار قطعہ کا مستحق کاشت کار ہو گا۔

حفظ الرحمن سیوہاروی کی رائے:

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ نے جوازاور عدم جواز کے احادیث ذکر کیے ہیں، اوراس سے پہلے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جواز کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ موجودہ زمنداری کا ظالمانہ روش صحیح ہے بلکہ اسلام تو مباح زمینداری میں بھی حدود و قیود مقرر کرتا ہے۔

اس کے بعد مولانا صاحب نے جواز و عدم جواز کے دلائل میں تطبیق کی ہے۔ لہذا واضح ہوتا ہے کہ مزارعت میں غلط اور فاسد شروط کی بناء پر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے ناجائز قرار دیا تھا، اگر اس میں ایسی کو شرط نہ ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مولانا گیلانی صاحب بعض طریقوں کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اقوال کے مطابق ناجائز قرار دیتے ہیں، وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بسا اوقات ان میں بے چارے کاشتکار کے پلے کچھ نہیں پڑتا، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ گھر سے تاوان ادا کرنا پڑے۔

بعض طریقوں کے بارے میں لکھا ہے "کہ اس طرح کے معاملے میں کاشتکار اس لیے پورا محنت نہیں کرتا کہ وہ سوچتا ہے کہ میں اگر محنت زیادہ بھی کرلوں تو آدھا حصہ کسی دوسرے کے گھر جائے گا، اس لیے زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی خاص رقم کے عوض زمین اس کے حوالہ کیا جائے۔ اس طرح وہ خوب محنت کرے گا جو کہ ملکت و قوم کے حق میں بہتر ہو گا"(58)۔

حاصل بحث:

قرآن آحادیث رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور فقہی احکام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معیشت میں توازن اور مساوات کا نظریہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف نہیں ہے بلکہ انسانوں کے فائدہ کے لئے عین اللہ کی مرضی کے مطابق ہے جو اپنے وجود سے آج تک غیر متبدل اور غیر متزلزل ہے، یہ اور بات ہے کہ ہم نے اس اساسی بات کو سمجھنے کی کبھی بھی کوشش نہیں کی اور ہم نے دوسرے معاشی نظاموں مارکسزم ، سوشلزم یا سرمایہ دارانہ نظام سے مرعوب ہوکر اسلامی معاشی نظام کو یکسر بھلا دیا ہے، اس میں ہمارا اپنا قصور ہے، قصور نہ اس الہیٰ نظام میں ہے اور نہ اس ٹھوس حقیقت سے روشناس کرانے والوں میں ہے۔ یہ بھی سخت گمراہی ہے کہ ہم یقین کر بیٹھیں کہ غربت و امارت کا یہ غیر فطری تفاوت اور جابرانہ امتیاز جو آج کائنات پر چھایا ہوا نظر آتا ہے یہ فاسد نظام کے معاشی اثرات و نتائج ہیں، اور خدا کی مرضی بھی یہی ہے۔ ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ یہ ہماری اپنی کمزوری ہے کہ ہم اسلام کے صالح معاشی نظام کو رائج نہیں کرتے اور اسلام کے اس عادلانہ نظام کے لیے کوشش نہیں کرتے جس میں ہر فرد کے لیے آسانی اور سہولت ہے، اسلام معاشرے میں توازن اور برداشت کا فضا قائم کرنا چاہتا ہے اور اس لیے ایک ایسے نظام کے داعی ہے جو بلا امتیاز تمام انسانون کے مفادات کا خیال رکھے، اور وہی اسلامی معاشی اور اقتصادی نظام ہے۔

مصادر اور مراجع:

1 مناظر احسن گیلانی، بیاض مناظر، تحقیق: عثمان احمد (لاہور، **2013**)**295** ۔

Munazir Ahsan Gillani, Bayaz Munazir, Ed. Uthsma Ahmad (Lahore: 2013) 295.

2 عبد الماجد دریا آبادی، وفیات ماجدی، (کراچی)، **76** ۔

Abd Al-Majid Darya Badi, Wafiyyat Majdi (Karachi) 76.

3 ایضاً،76 ۔

Ibid, 76.

4 **محوّلہ بالا**۔

Ibid.

5 **بیاض مناظر**،295 ۔

Bayaz Munazir, 295.

6**ایضاً**،296 ۔

Ibid, 296.

7 ابو سلمان شاہجہان پوری، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، ایک سیاسی مطالعہ، (لاہور، **2001**)، **27** ۔

Abu Salma Shah Jahan Puri, Mujahid Millat Maulana Hifz al-Rahman Seharwi, aik siyasi mutali’a (Lahore: 2001) 27.

8 **ایضاً**،**۲۸**۔

Ibid, 28.

9محوّلہ بالا۔

Ibid.

10 ایضاً،۳۱۔

Ibid, 31.

11ایضاً،۳۲۔

12محوّلہ بالا۔

Ibid.

13 محوّلہ بالا۔

Ibid.

14 محمد بن مکرم، ابن منظور الافریقی، لسان العرب، (بیروت: دار صادر) مادہ: عیش، 6/321۔

Muhammad b. Mukarram al-Afriqi, Lisan al-Arab (Beirut: Dar Sadir) SV. 'IYSH, 6/321.

15 ایضاً، 6/321۔

Ibid, 6/321.

16 عبد الرحمن بن خلدون، الاشبیلی المالکی، مقدمہ ابن خلدون، (کراچی: دار الاشاعت) 364۔

Abd al-Rahman b. Khaldoon, al-Asbili al-Maliki (Karachi: Dar al-Isha'ah) 364.

17 محمد بن محمد الغزالی، کیمیاے سعادت، مترجم محمد سعید نقشبندی، (لاہور: پروگریسو بکس) 266۔

Muhammad b. Muhammad al-Ghazali, Kimya S'adat, Urdu translator: Muhammad Saeed Naqshbandi (Lahore; Progressive Books) 266.

(18) Edwin Cannan, ed, An Inquiry into the Nature and Causes of Wealth of Nations (London: Methuen & Co., Ltd, 1904) 10.

(19) Ibid, 24.

20 امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن (بیروت: دار القلم)، 672۔

Imam Raghib Asfahani, Mufradat al-Quran (Beirut: Dar al-Qalam) 672.

21 محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي، مختار الصحاح، (بيروت: المكتبة العصرية، 1999) 254۔

Muhammad b. Abi Bakr b. Abd Al-Qadi al-Razi, Mukhtar al-Sihah (Beirut: al-Maktabah al-'Asriyyah, 1999) 254.

22 محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسيني مرتضى الزبيدي، تاج العروس من جواہر القاموس (بیروت: دار الہدایۃ) 9/36۔

Muhammad b. Muhammd b. Abd al-Razzaq al-Husaini Murtaza al-Zabidi, Taj al-Uroos min Jawahir al-Qamoos (Beirut: Dar al-Hidayah) 9/36.

(23) The New Encyclopedia of Britanica (USA: Encyclopaedia Britannica, Inc) 2/832.

24 سید ابو الاعلیٰ المودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز) 36۔

Syed abu al-'Ala Maududi, Islam aur Jadid Ma'sshi Nazriyat (Lahore: Islamic Publication) 36.

25 اوصاف احمد، علم معاشیات اور اسلامی معاشیات، (نئی دہلی: ایفا پبلشرز) 69۔

Awsaf Ahmad, Ilm Mashiyat aur Islami Mashiyat (New Delhi: Efa publishers) 69.

26 ایضاً،82۔

Ibid, 82.

27 مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام (کراچی: شیخ الہند اکیڈمی، 2019)88۔

Maulana Hifz al-Rahman Seharwi, Islam ka Iqtisadi Nizam (Karach: Shaikh al-Hind Academy, 2019) 88.

28 سید مناظر احسن گیلانی، اسلامی معاشیات، (لاہور :سنگ میل پبلی کیشنز، 2007ء)، 325۔

Syed Munazir Ahsan Gillani, Islami Maashiat (Lahore: Sang Mil Publications, 2007) 325.

29 سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، 552 ۔

Seharwi, Islam ka Iqtisadi Nizam, 552.

30 آل عمران، 3: 109۔

Aal Imran, 2: 109.

31 البقرۃ، 2: 109۔

32 الحدید، 57: 109۔

Al-Hadid, 57: 109.

33 مرتضی الزبیدي، تاج العروس من جواھر القاموس، 5/104۔

Murtaza al-Zabidi, Taj al-Uroos min Jawahir al-Qamoos, 5/104.

34 محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع الصحیح، باب من أحیا أرضا مواتا، رقم الحدیث: 2167۔

Muhammad b. Ismail al-Bukhari, al-Jami’ al-Sahih, Bab man ayha arzan mawatan, Hadith no. 2167.

35 ایضاً، رقم الحدیث: 2210۔

Ibid, Hadith no. 2210.

36 سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام: 406 ۔

Seharwi, Islam ka Iqtisadi Nizam, 406.

37 محوّلہ بالا۔

Ibid.

38 ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، معرفۃ السنن والآثار، باب: احیاء الموات، رقم الحدیث: 3823۔

Abu Bakr Ahmad b. Ali Baihaqi, Mairifa al-Sunan wa al-Athar, Bab Ihya al-mawat, Hadith no. 3823.

39 محوّلہ بالا۔

Ibid.

40 سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام: ص350۔

Seharwi, Islam ka Iqtisadi Nizam, 350.

41 محوّلہ بالا۔

Ibid.

42 گیلانی، اسلامی معاشیات: ص346۔

Gillani, Islami Maashiat, 346.

43 ایضاً، **346**۔

Ibid, 346.

44 محوّلہ بالا۔

Ibid.

45 ایضاً، **347**۔

Ibid, 347.

46 سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام: ص**349**۔

Seharwi, Islam ka Iqtisadi Nizam, 349.

47 **ایضاً**، 407۔

Ibid, 407.

48 محوّلہ بالا۔

Ibid.

49 الشیخ سید سابق مصری، فقہ السنۃ، (بیروت: دار الکتاب العربی، 1977) 3/162۔

Al-Shaikh Syed Sabiq Misri, Fiqh al-Sunnah (Beirut: Dar al-Kitab al-Arabi, 1977) 3/162.

50 أبو بکر بن علي بن محمد الحدادي الزبیدي، الجوهر النیرة، شرح قدوری (مصر: المطبعة الخیریة، 1322ھ)، **370**۔

Abu Bakr b. Ali b. Muhammad al-Haddadi al-Zabidi, al-Jauhar al-Niyarah, Sharh Qudoori (Egypt: al-Matba’ al-Khairiyyah, 1322 AH) 370.

51 البخاري، الجامع الصحیح، باب من ظلم شیئا من الأرض، رقم الحدیث:**2202** ۔

al-Bukhari, al-Jami' al-Sahih, Bab man zalama shai'an min al-alz, Hadith no. 2202.

52 ایضاً، رقم الحدیث:**2202** ۔

Ibid, Hadith no. 2202.

53 البخاري، الجامع الصحیح، باب الشروط في المعاملۃ: رقم الحدیث:**2203**۔

al-Bukhari, al-Jami' al-Sahih, Bab al-Shuroot fi al-Muamilah, Hadith no. 2203.

54 ایضاً، رقم الحدیث:**2200**۔

Ibid, Hadith no. 2202.

55 أبو الحسن برهان الدین المرغیناني، الهدایۃ، (بیروت: دار احیاء التراث العربي)**4/337**۔

Abu al-Hassan Burhan ad-Din al-Marghinani, al-Hidayah (Beirut: dar ihya al-Turath al-Arbi) 4/337.

56 أبو الحسین مسلم بن الحجاج القشیري نیشاپوری، صحیح مسلم، باب کراء الأرض، رقم الحدیث:**1536**۔

Muslim b. al-Hajjaj al-Qushairi Nishapuri, Sahih Muslim, Bab kira al-Arz, Hadith no. 1536.

57 ایضاً، رقم الحدیث**1536**۔

Ibid, Hadith no. 1536.

58 گیلانی، اسلامی معاشیات، **400**۔

Gillani, Islami Maashiat, 400.